آزادیٔ صحافت اور تفتیشی خبروں کی پاداش میں قتل ہونے والے صحافیوں کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ‘‘

ڈاکٹر نورین علیم۔شرجیل نوید

ABSTRACT

The present study is conducted with the historical approach to reveal the ulterior facts lying behind the killings of journalists when the world has entered to a liberal phase where the media and journalism has been freed. The data collection process followed the methodology of qualitative content analysis using the cluster sampling for analysisThe country has witnessed martial law and democratic eras during 1994 to 2015. During these twenty years the tragedies of Cargill war and 9/11 had occurred. After the destruction during 9/11, Pakistan entered and played a major role in war against Terrorism. Pakistan fought against Taliban and deployed armed forces in major parts of the country that did several operations against Taliban to eradicate them from the country. During the whole time, the thing which lacked in the country was the flow of information.

The private media had gotten the full boom. The media was seemingly free and liberal but the journalists were being threatened covertly by the political parties, pressure groups, and religious groups. Since the inception of Pakistan the journalism in Pakistan was severely censored and restricted. But the situation has not changed much since the last twenty years as the reports strongly suggest that the journalists in Pakistan are threatened and killed for breaking the facts and sincerely performing their duty.

موضوع کا تعارف

پاکستان میں ہر دور میں صحافت کو پابند سلاسل کیا گیا اس لیے ’آزادی صحافت تفتیشی خبرنگاری کے دوران قتل ہونے والے صحافیوں کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ‘‘ کو تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا ہے تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ صحافیوں کو تفتیشی صحافت کی راہ میں کن مسائل ور کاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ کن وجوہ سے تفتیشی صحافت پاکستان میں پنپ نہیں سکی؟ تفتیشی خبروں کا رجحان نہ ہونے کے برابر کیوں ہے؟ کتنے صحافی تفتیشی خبروں کی پاداش میں قتل کیے جا چکے ہیں؟ ان تمام سوالات کو جاننے کے لیے تحقیق کا آغاز کیا گیا۔ ’’پوشیدہ حقائق کو تحقیق کے بعد منظر عام پر لانے کا عمل تفتیشی صحافت کہلاتی ہے۔‘ حقائق کو سامنے لانے کے لیے صحافیوں کو جان جوکھوں میں ڈال کر مہینوں تحقیق کرنا پڑتی ہے اس کے بعد کہیں جا کر حقاق سامنے آتے ہیں اور بعض اوقات سچائی کو منظر عام پر لانے کی وجہ سے صحافیوں کے قتل بھی ہو گئے ہیں۔

پاکستان پریس فاؤنڈیشن کے مطابق

پاکستان میں 2001ء تا 2015ء کے دوران 71 صحافی قتل کیے گئے جن میں سندھ

15، بلوچستان 21، پنجاب 4، خیبر پختونخوا19، فاٹا9اور سلام آباد 3 کو تفتیشی و تحقیقی خبر نگاری کے دوران قتل کیے گئے۔ ''افغان جنگ کی وجہ سے افغانستان کے ملحقہ پاکستانی علاقے، خیبر پختونخواہ، بلوچستان اور قبائلی علاقہ جات صحافیوں کے لیے خطرناک ترین علاقے ہیں۔ پاکستان میں صرف عسکریت پسند ہی نہیں بلکہ سیاسی، مذہبی، نسلی اور دیگر گروہوں کے ساتھ ساتھ قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی پاکستانی صحافیوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔'' (پی پی ایف، 2015)

پاکستان میں صحافیوں کو سب سے زیادہ خطرات کا سامنا شورش زدہ علاقوں میں تھا اس لیے بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور فاٹا میں زیادہ صحافیوں کے قتل عام کیے گئے تھے، صوبہ سندھ میں شورش زدہ علاقے تو نہیں ہیں لیکن یہاں کے صحافی سیاستدانوں اور جاگیرداروں کی جانب سے دباؤ کا شکار رہتے تھے۔

صحافیوں کی عالمی تنظیم (انٹرنیشنل فیڈریشن یونین آف جرنلسٹ) کے مطابق 'پاکستان صحافیوں کے لیے سب سے خطرناک ترین ملک' بنا ہوا ہے۔'' (ڈان نیوز، ۲۰۱۴)

اقوام متحدہ نے 2014 میں صحافتی آزادی پر ایک رپورٹ جاری کی جس میں بتایا گیا کہ پاکستان میں جمہوری نظام حکومت کے باوجود صحافیوں کو خطرات کا سامنا ہے کیوں کہ جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت سے زیادہ آصف علی زرداری کے دور حکومت میں میڈیا پر پابندیاں عائد کی گئیں، اس دور میں بہت سے صحافی فرائض کی انجام دہی کے دوران لقمۂ اجل بن گئے تھے۔

متعلقہ مواد کا جائزہ:

آزادی صحافت پر ضمیر نیازی نے '۱۹۹۴ء میں صحافت پابند سلاسل' کے عنوان سے کتاب تحریر کی، جس کو پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی نے شائع کیا۔ اس کتاب میں برطانوی راج سے بے نظیر بھٹو کے پہلے دور حکومت تک کے دوران عائد کیے جانے والے صحافتی قوانین، صحافتی پابندیوں، جرمانے، اخبارات کی بندش، صحافیوں کی گرفتاریوں، سزائیں، قتل، جسمانی تشدد، سنسرشپ، سیلف سنسرشپ، سرکاری اشتہارات پر پابندی، نیوز پرنٹ کے کوٹے کی تقسیم سمیت دیگر امور سے متعلق تحقیقی مواد شامل کیا گیا ہے، یہ صحافت

پابند سلاسل سے متعلق ایسی جامع تاریخی کتاب ہے جو پاکستان کی پوری صحافتی تاریخ کا احاطہ کرتی ہے ۔

صحافیوں کے قتل سے متعلق کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹ نے جیو ٹی وی کے رپورٹر ولی خان بابر کے قتل پر ''پاکستان کی صحافت کو خطرہ ،جنگجوئیت،سیکورٹی وسیاست کا مہلک جال'' کے عنوان سے ۲۰۱۳ میں ایک تحقیقی کتاب شائع کی جس کی مصنفہ ''الزبتھ روبن تھیں''اس کتاب میں صحافی ولی خان بابر کے قتل سے متعلق تفصیل سے تحریر کیا گیا،صحافی کی زندگی وصحافی ذمہ داریوں کے ساتھ کراچی کی سیاسی جماعت ایم کیو ایم کے سیاسی پس منظر کا احاطہ بھی کیا گیا ہے،اس کتاب میں صحافی سلیم شہزاد سمیت ۱۹۹۴ تا ۲۰۱۳ء کے دوران قتل ہونے والے تمام صحافیوں کے بارے میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔

تحقیق کے مقاصد:

اس موضوع پر تحقیق کرنے کا مقصد ۱۹۹۴ تا ۲۰۱۵ء بے نظیر بھٹو(دوسرا دور حکومت)،نواز شریف (دوسرا دور حکومت)، جنرل پرویز مشرف،آصف علی زرداری اور نواز شریف (تیسرا دور)یعنی ان اکیس برسوں کے دوران جمہوری اور مارشل لاء ادوار میں آزادی صحافت کا جائزہ لینا ہے؟

۱۔ تفتیشی خبر نگاری کے دوران کتنے صحافی قتل کیے گئے؟

۲۔ آزادی صحافت اور تفتیشی خبر نگاری کے رجحانات کا جائزہ لینا؟

۳۔ مارشل لا ادوار حکومت میں میڈیا پر زیادہ پابندی تھی؟ یا جمہورری دور میں زیادہ تھی؟

۴۔ کیا یہ ادوار صحافیوں کے لیے خطرناک ترین تھے؟

تحقیقی طریقہ کار

تحقیق کے لیے ''۱۹۹۴ تا ۲۰۱۵ کے دوران آزادی صحافت اور تفتیشی خبر نگاری کے دوران قتل ہونے والے صحافیوں کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ'' کے موضوع کو تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا اس دورانیے کو پانچ ادوار میں تقسیم کر دیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

پہلا دور بےنظیر بھٹو (۱۹۹۶ـ۱۹۹۴)

دوسرا دور نواز شریف (۱۹۹۹ـ۱۹۹۷)

تیسرا دور جنرل پرویز مشرف (۲۰۰۸ـ۱۹۹۹)

چوتھا دور آصف علی زرداری (۲۰۱۳ـ۲۰۰۹)

پانچواں دور حکومت نواز شریف (۲۰۱۳ـ۲۰۱۵)

ان ادوار میں صحافت پابند سلاسل اور تفتیشی صحافت کی پاداش میں قتل کیے جانے والے صحافیوں کی تعداد اور کن خبروں کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا، تحقیق کے ذریعے منظر عام پر لایا گیا ہے اس دوران جمہوری اور مارشل لاء ادوار حکومت میں آزادی صحافت کی کیا صورتحال تھی، صحافتی امور کی انجام دہی کے دوران صحافیوں کو کن مسائل و دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تحقیق کے لیے تجزیہ مشتملات کے طریقہ کار کو استعمال کیا گیا ہے۔

تجزیہ مشتملات:

تجزیہ مشتملات سے مراد کسی بھی طرح کے سامنے آنے والے مواد (manifest content) کے حقیت پسندانہ (obejctive)، منظّم و مرتب (systematic) اور بہ ذریعہ اعداد و شمار پیش کیے جانے والے جائزے کا نام ہے' تجزیہ مشتملات ایک ایسا طریقہ ہے جو بڑی حد تک مطبوعہ مواد کے لیے مخصوص ہے ۔(زبیری، ۱۹۹۸، ص۲۳۲)

نمونہ بندی (Sampling)

تفتیشی صحافت کی پاداش میں قتل ہونے والے صحافیوں کو تحقیق میں نمونے میں کے طور پر منتخب کیا گیا ہے۔ نمونہ کسی چھوٹی یا بڑی آبادی سے منتخب کیے ہوئے افراد کے جز کو کہتے ہیں، جو خواندگی، آمدنی، رنگ نسل، زبان، طرز رہائش، معاشرت، غرض کہ ہر ممکن طور پر اور ہر متغیرہ کے لحاظ سے ایک حد تک اپنے کل کی نمائندگی کرتا ہو، (ایضاً، ص۲۰۲)۔

تحقیق میں گروہی نمونہ بندی (Cluster sampling) کو استعمال کیا گیا ہے۔گروہی نمونہ بندی بھی طبقاتی نمونہ بندی کی ایک شکل ہے گروہی نمونہ بندی میں معاشرے یا ملک میں مختلف گروہوں کو نمونے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے (آرائیں، ص ۲۴۷) تحقیق میں صحافیوں میں سے صرف قتل ہونے والے تفتیشی صحافیوں کو نمونے کے طور پر منتخب کیا گیا

جبکہ تحقیقی مواد مختلف ویب سائٹ، رپورٹس، کتابوں اور اخبارات سے حاصل کیے گئے ہیں۔

پاکستان میں قیام کے بعد سے ہی آزادی صحافت کا رجحان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اس کے باوجود صحافیوں نے تفتیشی وتنقیدی صحافت میں اہم کردار ادا کیا اور چھپے ہوئے حقائق منظر عام پر لانے کے لیے مختلف قسم سختیاں جھیلنے کے باوجود اپنے ہتھیار (قلم) کا استعمال نہیں روکا۔ ماضی میں دیکھا جائے تو صحافیوں کی زبان کو لگام دینے کے لیے مارشل لاء (ایوب خان، یحیٰی خان اور ضیاالحق) اور جمہوری (ذوالفقار علی بھٹو، بے نظیر، نواز شریف) ادوار میں صحافیوں کی گرفتاریاں، سزائیں، اخبارات کی ڈیکلریشن کی منسوخی، سرکاری اشتہارات پر پابندی، صحافیوں کے خلاف مقدمات کا اندراج، پریس ایڈوائس، سیلف سینسرشپ، صحافیوں کو کوڑے مارنا، نیوز پرنٹ کا کوٹہ بند کردینا، ضمانتیں طلب کرنا، اخباروں کی اشاعت پر پابندیاں عائد کی جاتی تھیں، یہاں تک کہ، اخبارات کے دفاتر تک پر سیاسی، لسانی اور انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے حملے کیے گئے ۔لیکن ان دباؤ کے باوجود صحافیوں کے قتل کے واقعات نہ ہونے کے برابر تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان میں صحافیوں کے قتل عام کا آغاز جونیجو دورحکومت میں ہوا ہے تو بے جا نہ ہوگا کیوں کہ 1988 میں میڈیا پر حملے، جلاؤ گھیراؤ اور تشدد کے 23 واقعات اور 3 صحافیوں کے قتل کے مقدمات ریکارڈ کیے گئے۔ایک صحافی کا قتل محکمہ آبپاشی سے متعلق تحقیقی خبریں شائع کرنے پر ہوا، دوسرے فری لانس صحافی وسیم قاضی کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کردیا تھا جبکہ تیسرا قتل روزنامہ ڈیموکریٹ پشاور کے رپورٹر کا ہوا جسے تیزاب پھینک کر جلا دیا گیا تھا (عصمت، ۲۱۵، اور ۲۱۶)

ہر دور میں صحافیوں پر تشدد ظلم وستم یا دھمکیوں وغیرہ کے واقعات منظر عام پر آئے ہیں۔حکمرانوں کے ساتھ ساتھ صحافیوں کو جرائم پیشہ افراد، لسانی اور مذہبی گروپ، انتہا پسند تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کی جانب

سے بھی خطرات لاحق ہیں۔ ملک کی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ اس صحافی کا لرزہ خیز قتل تھا، جس کو تیزاب کے ذریعے مارا گیا تھا۔

نواز شریف کے پہلے دور حکومت میں ''دی نیوز'' اخبار کی ایڈیٹر ملیحہ لودھی نے نواز شریف کے احتساب کے بارے میں ایک طنزیہ نظم شائع کی تھی جس کے بعد حکومت نے ''دی نیوز'' اخبار کی انتظامیہ کے خلاف نقضِ امن کا مقدمہ درج کیا لیکن صحافی برادری کے احتجاج کے بعد واپس لے لیا گیا تھا جبکہ نواز شریف کے دوسرے دورہ حکومت میں فرائڈے ٹائمز کے ایڈیٹر نجم سیٹھی کو بھی حکومت کے خلاف لکھنے پر نقضِ امن کے تحت مقدمہ درج کر کے فرد جرم عائد کر دی گئی تھی۔ ایک ماہ جیل میں قید رہنے کے بعد عدالت نے صحافی کو رہا کر دیا تھا۔ (بی بی سی یکم اکتوبر ۲۰۱۵)

پاکستان میں جمہوری دور حکومت میں برسر اقتدار سیاستدان اپنے خلاف کسی بھی قسم کی تنقید برداشت نہیں کرتے تھے چاہے وہ حقیقت پر مبنی ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی دور حکومت میں، صحافیوں کا منہ بند کروانے اور اپنی مرضی کی خبر شائع کروانے کے لیے لفافہ جرنلزم کا آغاز ہوا۔

بے نظیر بھٹو کا دور حکومت (۱۹۹۶۔۱۹۹۴)

سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور حکومت میں بھی صحافی برادری مرئی اور غیر مرئی دباؤ کا شکار تھے، جب کہ اس دوران تین صحافیوں کے قتل ہوئے اور درجنوں پر تشدد کے واقعات منظر عام پر آئے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔ پشاور میں عوامی نیشنل پارٹی کے کارکنوں نے روزنامہ مشرق پر حملہ کیا، کوئٹہ میں روزنامہ جنگ پر جمعیت علماء اسلام کے طلباء نے دھاوا بول دیا تھا، روزنامہ امن کراچی کے دفتر پر لسانی گروپ کے کارکنوں نے حملے کر کے اخبارات کی کاپیوں کو آگ لگا دی تھی، سیاسی جماعت ایم کیو ایم کی جانب سے روزنامہ جنگ کراچی کے بائیکاٹ کے لیے مہم چلائی گئیں۔ (خان، ۲۰۰۸، ص ۶۴)

سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے صحافی کو حق اور سچ سے روکنے کے لیے میڈیا پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے، جس کے بعد میڈیا نے ان جماعتوں کے خلاف خبریں شائع کرنے کے معاملے میں محتاط رویہ اختیار کیا

یہی وجہ ہے کہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے بیانات پر مبنی زیادہ خبریں شائع کی جاتی تھیں، تنقیدی، اختلافی اور تحقیقی خبریں اکا دکا ہی اخبارات کی زینت بنتی تھیں۔ اسی دور حکومت میں ہفت روزہ تکبیر کے ایڈیٹر صلاح الدین کو نامعلوم مسلح موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ محمد صلاح الدین نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز روزنامہ حریت سے کیا، جسارت میں بطور ایڈیٹر یکم اپریل 1969 تا 9 دسمبر 1971ء تک کام کیا۔ بھٹو حکومت کے خلاف بھی تنقیدی و اختلافی اداریے شائع کرنے کی پاداش میں انہیں پانچ مرتبہ جیل بھی جانا پڑا تھا۔ پہلی گرفتاری سے قبل تین مارچ 1973ء کو 'یہ ظلم رنگ لائے گا' کے عنوان سے روزنامہ جسارت میں اداریہ تحریر کیا تھا۔ جس میں حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ دوسری گرفتاری ۲ جون ۱۹۷۳ء کو 'جنرل اکبر کی رخصت'' کے عنوان سے تحریر کرنے پر، تیسری گرفتار 3 ستمبر 1973ء کو 'خان پور کی تباہی' کے عنوان اداریہ لکھنے پر، چوتھی گرفتاری روزنامہ جسارت میں مسلسل حکومت کی پالیسی کے خلاف تنقیدی مضامین شائع کرنے، جبکہ پانچویں گرفتاری جب ہوئی جب جماعت اسلامی نے فحاشی کے خلاف مہم شروع کی جس میں بے نظیر بھٹو اور نصرت بھٹو کے خلاف تنقیدی مضامین شائع کیے گئے۔ (رشید اور خلیل، ۲۰۰۱ء، ص ۴۸)

صحافی صلاح الدین نے اپنے ذاتی ہفت روزہ جریدہ ''تکبیر'' کی اشاعت کا 1973ء میں آغاز کیا جس میں مختلف مضامین اور اداریے کے ذریعے 'ایم کیو ایم اور دیگر سیاسی جماعتوں کے خلاف تنقیدی مضامین شائع کیے۔ (رشید اور خلیل ۲۰۰۱، ص ۴۷)

انیس سو چھیانوے میں صرف ایک صحافی لقمہ اجل بنا تھا، ہفت روزہ ''نوائے بینکر'' کے ایگزیکٹو ایڈیٹر ظفر اقبال نے اس وقت کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور صدر فاروق احمد لغاری کی پالیسیوں کے خلاف تنقیدی مضامین شائع کیے تھے۔ جس کے بعد 27 جنوری 1996ء کو دو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے انھیں فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ (آئی ایف یو جے رپورٹ، ۲۰۱۵ء، ص ۱)

انیس سو ستانوے میں دو صحافی قتل ہوئے تھے، جن میں ریڈیو پاکستان بہاولپور اسٹیشن کے پروڈیوسر شمس الدین ہیں جن کا ۱۱ جون 1997 کو قتل ہوا تھا۔ روزنامہ جنگ کراچی کے سب ایڈیٹر منظر امکانی کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ (آئی ایف یو جے) جمہوری دور حکومت میں صحافیوں کا نہ صرف

قتل عام کیا گیا بلکہ اخبارات کو حکومت کی جانب سے ہدایت نامے بھی جاری کیے جاتے تھے، بے نظیر بھٹو نے میڈیا کو قابو کرنے کے لیے ہتک عزت اور توہین عدالت کے قانون میں ترمیم کرکے انھیں سخت کرنے کا منصوبہ بنایا۔لیکن صحافیوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے شدید مخالفت کی وجہ سے یہ منظور نہیں ہوسکا ۔جب کہ 1997 میں صدر پاکستان نے اطلاعات کے حصول کا آرڈیننس نافذ کیا۔اس کے تحت صحافیوں کے دائرہ کار کو مزید محدود کردیا گیا۔یعنی صحافیوں کی سیکریٹریٹ ،عدالتیں، وزرات دفاع، مسلح افواج اس کے ذیلی ادارے، سرکاری خفیہ ادارے، وزارت خارجہ، کیبنٹ ڈویژن، بینکوں کو اس آرڈیننس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا لیکن 120 دن بعد یہ قانون ختم ہوگیا تھا۔(خان،،ص ٦٦)

نواز شریف کا دوسر دور حکومت (۱۹۹۹۔۔۱۹۹۷)

سن انیسو سو اٹھانوے میں ایک صحافی لاکھانو سیال کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا(آئی ایف یو جے)نواز شریف نے اپنے دوسرے دور حکومت میں جنگ گروپ کے ایڈیٹر انچیف کو سندھ میں گورنر راج کی تائید کرنے اور اخبار میں جماعت اسلامی اور ایم کیو ایم سے تعلق رکھنے والے کسی صحافی کو ملازمت نہ دینے کی ہدایت کی۔حکومتی حمایت پر مبنی خبریں شائع کرنے اور نواز شریف اور ان کے اہل خانہ کے کاروباری معاملات کی خبریں شائع نہ کرنے ،صحافی کامران خان کی تحقیقی خبریں اندرونی صفحے پر اور ارشاد احمد حقانی کے روزانہ کالم کو ہفت روزہ کرنے کا ہدایت نامہ جاری کیا،(۔(ایضاً ٦٤ اور ٦٥)

نواز شریف کے دوسرے دور حکومت میں نہ صرف یہ کہ اخبارات کو ہدایتیں جاری کی گئیں بلکہ وزیر اعظم نے اپنے اہل خانہ کے خلاف تحقیقی وتنقیدی خبریں شائع کرنے پر پابندی عائد کردی تھی،اس لیے حکومتی کارکردگی اور کرپشن کے بارے میں کسی بھی قسم کی تفتیشی خبریں منظر عام پر نہیں آسکیں۔

جنرل پرویز مشرف دور حکومت (۲۰۰۸۔۔۱۹۹۹)

ملک میں فوجی حکومتوں کے تین دور گزرے ہیں پہلا دور 1958-71 تک دوسرا دور

1977-88 تک اور تیسرا دور حکومت 2008-1999 میں فوجی حکومتوں اور اقتدار کے درمیان تقریباً دس برس کا وقفہ نظر آتا ہے، چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف نے 12 اکتوبر 1999 کو وزیراعظم نواز شریف کو معزول کر کے اقتدار سنبھالا تو پرویز مشرف کا مارشل لاء دوسرے فوجی ادوار کے مقابلے میں آزاد اور روشن خیال سمجھا گیا کیوں کہ اس دور میں نجی ٹی وی چینلوں اور ایف ایم ریڈیو چینلوں کا آغاز کیا گیا۔صحافی ٹی وی چینلز پر بیٹھ کر اس مارشل لاء دور میں ہی جنرل پرویز مشرف کی پالیسوں اور ان کی شخصیت کو کڑی تنقید کا نشانہ بناتے تھے،پچھلے آمروں (ایوب، یحییٰ اور ضیاالحق) کے ادوار میں صحافیوں کو لگام دینے کے لیے، سنسرشپ اور پری سنسرشپ بھی عائد کی گئیں جب کہ مشرف دور حکومت میڈیا کے معاملے میں دیگر آمروں کے ادوار کے مقابلے میں قدرے آزاد تھا۔

پرویز مشرف نے ملک میں نجی چینلوں کے آغاز کے بعد پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا سے متعلق چھ قوانین نافذ کیے گیے جن میں پریس کونسل، پریس اینڈ پبلی کیشنز کا قانون ،فریڈم آف انفارمیشن کا قانون ،ہتک عزت کا قانون، پیمرا قانون اور ایسوسی ایٹ پریس کا قانون شامل تھے (خان، ۲۰۰۸،ص ۶۷)

ان قوانین کو رائج تو کر دیا گیا تھا لیکن ان پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر تھا۔میڈیا بظاہر تو آزاد نظر آتا تھا لیکن حقیقت میں آزاد نہیں تھا، کیوں کہ اس دور میں انگریزی اخبار فرنٹیر پوسٹ کو بند کر دیا گیا تھا۔ڈیلی فرنٹیر پوسٹ ضیاءالحق دور حکومت میں تنقیدی و تفتیشی خبریں شائع کیا کرتا تھا۔زیادہ تر تحقیقی خبریں سیاست دانوں ،رہنماؤں ،خفیہ اداروں سے متعلق شائع کی جاتی تھیں جس کی وجہ سے اسے حکمرانوں اور طاقتور قوتوں کی جانب سے مختلف قسم کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن صحافی مرئی اور غیر مرئی دباؤ کے سامنے ڈٹے رہے ۔ایک دفعہ فرنٹیر پوسٹ کے مالک کو چرس اسمگلنگ کرنے کے الزام میں سزا دے دی گئی تھی ،فرنٹیر پوسٹ اخبار نے سن دو ہزار میں ایک مبینہ توہین آمیز خط شائع کیا جس پر مذہبی تنظیموں نے اخبار کے دفتر پر حملہ کر کے آگ لگا دی اور اخبار کی اشاعت کئی روز تک بند رہی جبکہ اخبار ی کارکنوں کے خلاف توہین مذہب کے مقدمات درج کیے گئے تھے۔(بی بی سی،۱۹مئی ۲۰۱۴)

بی بی سی کے مطابق اخبار جو خفیہ اداروں ،فوج اور سیاستدانوں کے خلاف کھل کر تنقیدی و تفتیشی

خبریں شائع کیا کرتا تھا اس کو روکنے کے لیے توہین مذہب کے قانون کو استعمال کیا گیا تھا جس کے بعد اخبار کی پہلی والی پوزیشن دوبارہ بحال نہیں ہو سکی۔ (ایضاً)

سن دو ہزار میں روزنامہ امت کے تفتیشی رپورٹر ''صوفی محمد'' نے بدین میں منشیات کی خرید و فروخت میں ملوث افراد سے متعلق تفتیشی خبریں شائع کیں، خبر شائع کرنے پر صحافی کو قتل کی دھمکیاں مل رہی تھیں جب کہ اس سے قبل اس صحافی پر دو مرتبہ پر قاتلانہ حملے بھی ہو چکے تھے لیکن اس نڈر صحافی نے ڈرنے کے بجائے مزید تفتیشی خبریں شائع کرنا شروع کر دیں۔ اس کی دوسری تفتیشی خبر بدین میں عورتوں کی عصمت فروشی اور اسمگلنگ میں ملوث افراد کی نشاندہی پر تھی۔ اس خبر کے شائع ہونے کے بعد 2 مئی ء کو منشیات فروشوں نے صحافی صوفی محمد کو آگ لگا کر قتل کر دیا تھا۔ (سی پی جے، ص ۵۵)

جرائم پیشہ افراد کے خلاف حقائق منظر عام پر لانے پر صحافیوں کو عبرتناک سزائیں دی گئیں، صوفی محمد کو جلا کر قتل کرنا پہلا واقعہ نہ تھا اس سے قبل جونیجو دور حکومت میں بھی ایک صحافی پر تیزاب پھینک کر قتل کیا گیا تھا،

سن دو ہزار دو میں دو صحافی قتل کیے گئے۔ نیویارک سے شائع ہونے والا اخبار ''ڈیلی وال اسٹریٹ جنرل'' کے صحافی ''ڈینیل پرل'' کو جو کراچی میں انتہا پسند تنظیموں (طالبان) سے متعلق تحقیق کر رہے تھے، نامعلوم لوگوں نے انھیں اغوا کر لیا تھا۔ اغوا کے کچھ دنوں بعد کراچی میں واقع امریکی قونصلیٹ میں صحافی ڈینیل پرل کا سر قلم کرنے کی ویڈیو موصول ہوئی تھی۔ اس ویڈیو کے کئی ماہ بعد صحافی کی لاش ملی تھی۔ اس قتل کی ذمہ داری القاعدہ نے قبول کی تھی۔ (وائس آف امریکا، ۲۰۱۱ء)

غیر ملکی صحافی کے قتل کے بعد روزنامہ کاوش کے رپورٹر شاہد سومرو کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا کہ علاقے کے سرداروں کو صحافی سے یہ شکایت تھی کہ اس نے انتخابات میں بجارانی سردار کی بجائے ان کے مخالفین کو زیادہ کوریج دی تھی۔ قتل کا مقدمہ بھی بجارانی قبیلے کے سردار شیر محمد بجارانی کے بیٹے وحید کے خلاف قائم کیا گیا تھا لیکن اس مقدمے کا فیصلہ عدالت کے بجائے جرگے کے ذریعے کیا گیا، جہاں ملزم سردار شیر محمد بجارانی نے بے گناہ صحافی کے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے مقتول صحافی کے ورثاء سے معافی مانگی اور آٹھ لاکھ

روپے بطور معاوضہ موقع پر ہی ادا کر دیے (پی پی ایف ۲۰۱۶ء)

پاکستان میں زیادہ تر صحافی سیاستدانوں، فوج، خفیہ ایجنسی دہشت گرد وانتہا پسند تنظیموں کے خلاف رپورٹنگ کرنے کی وجہ سے نشانہ بنائے گئے، صحافی، ڈینیئل پرل بھی القاعدہ کے خلاف تحقیق کر رہا تھا جس کی وجہ سے اغوا کر کے قتل کر دیا گیا، پاکستان میں نہ صرف مقامی صحافی بلکہ غیر ملکی صحافی بھی انتہا پسند تنظیموں کا نشانہ بنے۔

سن دو ہزار تین میں 2 صحافی قتل کیے گئے شمالی وزیرستان کے فری لانس صحافی فضل وہاب مختلف اخبارات میں کالم اور مضامین لکھتے تھے جبکہ پشتو اور اردو زبان میں شائع ہونے والی متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ انہوں نے ایک مذہبی کتاب 'ملا کا کردار'' کے عنوان سے لکھی جس میں اسامہ بن لادن اور طالبان سے متعلق تحریریں موجود تھیں۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد انہیں دھمکیاں ملنا شروع ہوئیں اور بالآخر اکیس جنوری 2003ء کو منگورہ بازار میں انھیں بھی نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ (سی پی جے ،ص ۵۸)۔ اسی برس روزنامہ مشرق کراچی کے سب ایڈیٹر ساغر حسین کاظمی کو نامعلوم ملزمان نے ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ (آئی ایف یو جے ۲۰۱۶ء ص ۱)

پاکستان میں شمالی وجنوبی وزیرستان صحافیوں کے لیے نو گو ایریا سے کم نہیں ہیں کیوں کہ ان علاقوں کے مسائل وحقیقت بتانے پر صحافیوں کو جان جوکھوں میں ڈالنی پڑتی تھی۔ جس کی وجہ سے تفتیشی صحافت نہ ہونے کے برابر تھی۔ جن صحافیوں نے اخبار، کتاب، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پس پردہ حقائق کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی انہیں قتل کر دیا گیا۔

سن دو ہزار چار میں ایک صحافی قتل ہوا، اگر یہ کہا جائے کہ حقائق اور سچ کی تلاش میں صحافیوں کو کٹھن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو بے جا نہ ہوگا، مسائل ودشواریوں کی وجہ سے تحقیقی صحافت کی شرح بہت کم ہے جب کہ کچھ بہادر صحافی حقائق کی تلاش میں لقمہ اجل بھی بن چکے ہیں، مانسہرہ سے نکلنے والے روزنامہ 'شمال'' کے رپورٹر ساجد تنولی معاشرتی مسائل اور حکومتی کارکردگی سے متعلق موضوعات پر تحقیقی خبریں شائع کیا کرتے تھے، مانسہرہ کی مقامی حکومت کے سربراہ'' خالد جاوید'' کے شراب کے ناجائز کاروبار میں ملوث ہونے کا

انکشاف تفتیشی خبر سے کیا تو، صحافی کو قتل کی دھمکیاں ملنے لگی اور اس رپورٹ کے شائع ہونے کے دو روز بعد 29 جنوری 2004ء کو صحافی قتل ہو گیا تھا۔ اس کے کچھ ماہ بعد بنوں کے صحافی شفیق کو اس وقت گرفتار کیا جب وہ غیر ملکی صحافی کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ (پی پی ایف ۲۰۱۵ص،۷)

وانا کے فرنٹیئر پوسٹ اور ایسوسی ایٹ پریس کے نمائندہ عامر نواب کو دوران سفر نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ سپاہ اسلام نے صحافی کے قتل کی ذمے داری قبول کرتے ہوئے لکھا کہ صحافی عیسایوں کے لیے کام کر رہے تھے اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کر رہے تھے اس لیے صحافی عامر نواب کو قتل کیا ہے ۔(cpj۵۹)

پاکستان میں بہت سے صحافی اقلیتوں کی فلاح و بہبود پر کام کرنے کی وجہ سے بھی قتل کر دیے گئے تھے،، سکھر پریس کلب جنرل سیکرٹری اور روز نامہ 'ہلچل' کے رپورٹر' شہباز پٹھان نے جنگلات کے ڈاکوؤں کی سرگرمی سے متعلق ایک تحقیقی ڈاکومینٹری تیار کی تھی جس کے بعد انہیں ڈاکوؤں نے اغوا کر لیا تھا۔ (خان ،۲۰۰۸ص٦٦)

کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹ کے مطابق

2002 س 2012 کے دوران 42 صحافی صحافتی ذمے داریوں کی انجام دہی کے دوران قتل کر دیے گئے۔ (سی پی جےص،۵۸)

انٹرنیشنل فیڈریشن یونین آف جرنلسٹ کے ریکارڈ کے مطابق پاکستان میں سن دو ہزار پانچ میں تفتیشی خبروں کی پاداش میں تین صحافی قتل کیے گیے، جن میں جنوبی وزیرستان 'دی نیشن' کے نمائندہ اللہ نور، اسی علاقے کے فری لانس صحافی عامر نوید اور درہ آدم خیل پریس کلب کے صدر اور روز نامہ خبریں نمائندہ ناصر آفریدی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا(آئی ایف جے،ص2)

انٹرنیشنل فیڈریشن یونین آف جرنلسٹ کے ریکارڈ کے مطابق ''سن دو ہزار چھ میں چار صحافیوں کو قتل کیا گیا جن میں آن لائن نیوز ایجنسی کے نمائندہ محبوب حسین، پاکستان پریس انٹرنیشنل نیوز ایجنسی اسلام آباد

کے بیورو چیف محمد اسماعیل ،سمیت منیر سانگی شامل تھے ،کاوش چینل کے کیمرا مین منیر سانگی کو لاڑکانہ شہر میں انڑ اور ابڑو قبائلیوں کے آپس میں تصادم کی کورتیج کے دوران فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ جب کہ اوصاف اخبار اور یورپین اخبار کے شمالی وزیرستان کے نمائندہ حیات اﷲ نے تحقیقی خبر میں تحریر کیا کہ امریکی ساختہ میزائل حملے سے القاعدہ کے حامی حمزہ رابعہ ہلاک ہوگئے ۔یعنی صحافی نے ریاست کے موقف کے برعکس یہ خبر دی کہ ملک میں ہونے والے ڈرون حملے پاکستان نہیں بلکہ امریکہ کر رہا ہے جب کہ تفتیشی خبر کے ساتھ تصاویر بھی شا ئع کی تھیں جس کے بعد چھ دسمبر 2006 کو انھیں اغوا کر کے مار دیا گیا۔ان کے قاتل بھی نا معلوم تھے۔(سی پی جے،ص۵۶)

پرویز مشرف نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے ریفرنڈم کروایا پھر ملک میں صدر کے عہدہ پر فا ئز ہوگئے تھے۔سن دو ہزار سات کو سیاسی سانحات کا سال کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیوں کہ 2007 میں چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی معزولی ،وکلا تحریک ،سانحہ ۱۲ مئی ،سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی خود کش بم دھماکے میں ہلاکت ،سانحہ لال مسجد کے ساتھ ساتھ پرویز مشرف نے 3 نومبر 2007 کو ملک میں ایمرجنسی بھی نافذ کر دی۔ اعلٰی عدلیہ کے ججوں کو برطرف کر کے نظر بند کر دیا تھا۔ ملک میں 2007 میں ایمرجنسی کا نفاذ کر کے کئی ٹی وی چینل کئی روز تک بند کر دیے گئے ،جب کہ جیو ٹی وی کی نشریات کو 77 دن تک بند رکھا گیا تھا۔(علیم ۲۰۱۶ء)

دو ہزار سات میں ۹ صحافیوں نے فرائض کی انجام دہی کے دوران اپنی جانیں گنوا دی تھیں جن میں سیاسی ریلی میں ہونے والے خود کش دھماکے میں خیبر پختونخواہ کے محبوب خان اور کراچی کے محمد عارف ہلاک ہوئے تھے۔ جب کہ لال مسجد آپریشن کے دوران دو صحافی مولانا مسعود محمود اور جاوید خان جان سے ہا تھ دھو بیٹھے تھے ۔روزنامہ 'اسلام گاہ کے رپوٹر انور صلاح کو تحقیقی خبریں شائع کرنے کی پاداش میں دو جون 2007ء کو نامعلوم مسلح افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ روزنامہ پاکستان اخبار کے رپوٹر اور ٹرائبل یونین آف جرنلسٹ کے نائب صدر نور محمد حاکم کو دو جون 2007ء قبائلی جرگے کی کورتیج سے واپسی پر سڑک کنارے نصب بم کے ذریعے نشانہ بنایا گیا (سی پی جے 57)

خبرون اخبار کے صحافی نثار احمد سولنگی کو جونیجو قبیلے سے متعلق تفتیشی مضامین تحریر کرنے کی پاداش میں 17 جون 2007 کو پیر جو گوٹھ سندھ میں نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کرکے قتل کر دیا تھا۔ اس قتل کے مقدمے میں میر پور خاص کی سیشن کورٹ نے ملزمان کو 25 سال قید بامشقت کی سزا سنائی تھی، معاشرتی مسائل اور جرائم سے متعلق تفتیشی خبریں شائع کرنے پر روزنامہ جنگ میر پور خاص کے بیورو چیف اور رپورٹر کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا، وہ اس کے علاوہ جنگ میں 'جرم وسزا' کے عنوان سے ہفتہ وار کالم لکھتے تھے جن میں جاگیردارانہ نظام اور پولیس کے عوام کے ساتھ غلط برتاؤ پر تنقید کی جاتی تھی۔ (سی پی جے 57)

ایمنسٹی انٹرنیشنل رپورٹ کے مطابق

ملک 2008 سے 2014 کے دوران 30 سے زائد صحافی قتل کیے گئے، صحافیوں کو پیشہ وارانہ ذمے داریوں کے دوران ریاستی اور غیر ریاستی اداروں کی جانب سے دباؤ، ہراساں کرنے، دھمکی، تشدد اور قتل کا سامنا کرنا پڑتا تھا(. ڈان، 2014)

سن دو ہزار آٹھ میں سات صحافی فرائض کی ادائیگی کے دوران جان کی بازی ہار گئے تھے جن میں 'دی نیشن' اخبار کے صحافی 'سراج الدین' منگورہ پولیس آفیسر کے جنازے میں ہونے والے خودکش بم دھماکے میں ہلاک کر دیے گئے، جب کہ باقی 6 صحافیوں نے تحقیقی خبروں کی وجہ سے جان جوکھوں میں ڈالی ہفت روزہ اخبار جہاں کے سینئر صحافی چشتی مجاہد کو بلوچ لبریشن آرمی کے خلاف خبریں شائع کرنے پر 9 فروری 2008 کو گھر میں گھس کر فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ جس کی ذمے داری بلوچ لبریشن آرمی نے قبول کی تھی۔ باجوڑ سے ایکسپریس ٹی وی کے نمائندے ابراہیم طالبان لیڈر ملا عمر کا انٹرویو کر کے گھر واپس جا رہے تھے کہ نامعلوم افراد کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ اس قتل کی ذمے داری کسی نے قبول نہیں کی تھی۔ (سی پی جے، ص۶۰ اور ۶۱)

خبریں اخبار کے بیورو چیف اور سندھ ٹی وی کے رپورٹر خادم حسین شیخ کو مقامی مسائل پر تفتیشی خبریں شائع کرنے کی پاداش میں 14 اپریل 2008ء کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ قبائلی علاقے باجوڑ کے روزنامہ ایکسپریس کے رپورٹر محمد ابراہیم 22 مئی 2008ء کو مقامی طالبان کے ترجمان مولوی

عمر کا انٹرویو کر کے آفس جا رہے تھے کہ نامعلوم ملزمان نے صحافی محمد ابراہیم سے انٹرویو کی فوٹیج چھیننے کے بعد فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ رائل ٹی وی کے رپورٹر عبدالعزیز شاہین کو طالبان کے خلاف خبریں نشر کرنے پر اغوا کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ میانوالی روزنامہ خبریں اور رائل ٹی وی کے رپورٹر عبدالرزاق کو 8 نومبر 2008ء کو ڈرگز مافیا کے خلاف رپورٹنگ کرنے پر چھ مسلح افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ اس قتل کے مقدمے میں میانوالی کے سیشن جج نے ایک ملزم کو عمر قید جب کہ دوسرے ملزم کو بری کر دیا تھا۔ (آئی ایف جے، ص۲)

جنرل ایوب خان جنرل یحییٰ خان اور جنرل ضیاء الحق کے مارشل لا ادوار میں صحافیوں پر حق اور سچ بات کہنے سے روکنے کے لیے مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا جاتا رہا لیکن مشرف دور حکومت میں زیادہ تر صحافی خودکش بم دھماکے اور ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے قتل کیے گئے، جس میں بیشتر صحافی تحقیقی خبروں کی وجہ سے نشانہ بنائے گئے، حالانکہ اس وقت ملک میں الیکٹرانک میڈیا کا دور دورہ تھا بظاہر میڈیا بہت آزاد نظر آتا تھا۔ یہ ملک کا پہلا مارشل لاء تھا جس میں فوجی آمر کو ٹی وی پر بیٹھ کر تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تھا لیکن اسی دور میں سب سے زیادہ صحافیوں کو نشانہ بنایا گیا انتہا پسند تنظیموں، مذہبی تنظیموں، خفیہ ایجنسیوں، جرائم پیشہ اور سیاستدانوں کی جانب سے دھمکی، تشدد اور مختلف قسم کے دباؤ کا سامنا تھا1999 تا 2008ء کے دوران ملک میں 36 صحافی قتل کیے گئے۔ جنرل پرویز مشرف ۹ برس تک اقتدار پر قابض رہے تھے۔

آصف علی زرداری کا دور حکومت (۲۰۰۹ تا ۲۰۱۳ء)

ملک میں نو سالہ مارشل لا کے بعد جب جمہوری حکومت قائم ہوئی تو اس وقت ملک حالتِ جنگ میں تھا، افواج پاکستان نے 2009ء میں صوبہ سرحد کے ضلع سوات میں آپریشن راہ راست اور جنوبی وزیرستان میں بیت اللہ محسود کے خلاف آپریشن راہ نجات شروع کر رکھا تھا، جب کہ اکبر بگٹی کی ہلاکت کے بعد سے بلوچستان میں بھی فوج کا بلوچ لبریشن آرمی اور دیگر انتہا پسند اور عسکریت پسند گروہ کے خلاف فوجی آپریشن جاری تھا۔ مارشل کے خاتمے کے بعد آصف علی زرداری نے اقتدار سنبھالا تھا جمہوری دور حکومت میں صحافت پر دباؤ کی صورتحال برقرار رہی تھی۔ جون 2014 میں ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کی ہلاکت کے

بعد فوج نے وزیرستان کے علاقے کرم ایجنسی میں آپریشن ضرب عضب کا آغاز کر دیا گیا تھا۔

سن دو ہزار نو میں سات صحافی قتل کیے گئے جن میں صرف روزنامہ ایکسپریس کے رپورٹر 'محمد عمران' خودکش بم دھماکے میں ہلاک ہوئے جب کہ باقی صحافی تفتیشی صحافت کی وجہ سے قتل کیے گئے جن میں کوہاٹ کے روزنامہ عوامی انقلاب کے رپورٹر 'عمار رولی' کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ مردان میں آج ٹی وی کے نمائندہ 'صدیقی باچا' خان کو چودہ اگست 2009 فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا تھا۔ دی نیوز اور جیو نیوز ٹی وی کے 'رپورٹر موسیٰ خان مندوخیل کو لاپتا افراد پر ایک تفتیشی رپورٹ نشر کرنے کے بعد نامعلوم افراد نے اغوا کر کے قتل کر دیا تھا۔ اسلام آباد میں دی نیشن کے رپورٹر 'راجہ اسد حمید' کو 26 مارچ کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ قبائلی علاقے میں افغانستان کے دو صحافیوں کو بس میں سفر کے دوران چار نامعلوم مسلح افراد نے نشانہ بنایا، حملے میں ہاشم زادہ ہلاک اور عالم خان زخمی ہوئے، حکومت نے ان دونوں صحافیوں کو چار ہفتے قبل ہی پشاور چھوڑنے اور پاکستان میں طالبان والقاعدہ سے متعلق خبر نگاری پر منع کیا تھا، ہاشم زادہ طالبان کی سرگرمیوں سے متعلق، افغانستان اور پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کے خلاف خبریں شائع کر چکے تھے۔ (سی پی جے ٦٣)

صدر آصف علی زرداری کی حکومت نے جولائی 2010ء میں الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی ایکٹ ٢٠٠٨ میں ترمیم کی جس کے تحت پاکستان کے تمام نشریاتی اداروں پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ کوئی نشریاتی ادارہ خودکش بمباروں، دہشت گردوں، دہشت گردی کے شکار افراد کی لاشیں، شدت پسندوں اور انتہا پسندوں کے بیانات، اور ایسی خبریں شائع نہیں کرے گا جو دہشت گردی کو فروغ دینے کے زمرے میں آتی ہوں اور اس کے ساتھ ہی تمام چینل اس بات کے بھی پابند ہوں گے کہ وہ اس قسم کا کوئی بھی پروگرام نشر نہیں کریں گے جس میں پاکستان کے نظریہ، سالمیت، خودمختاری اور سیکورٹی کے خلاف پروپیگنڈہ ہو یا نفرت اور تشدد پر اکسانے کا تاثر ابھرے، یعنی اس ترمیمی بل کے تحت چینل ریاستی اداروں کے خلاف کوئی بات نشر نہیں کر سکیں گے، عدالت میں زیر سماعت مقدمات پر بحث و مباحثہ نہیں کیا جائے گا۔ اس قانون کی خلاف ورزی پر لائسنس منسوخ اور ایک کروڑ روپے تک جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی ادارہ اس خلاف ورزی کو دہرائے گا تو تین

سال قید اور ایک کروڑ جرمانہ دونوں عائد کیا جائے گا۔(بی بی سی یکم جولائی ۲۰۱۰ء)

صحافیوں کی عالمی تنظیم رپورٹر ود آؤٹ باؤڈر کے مطابق:

''پاکستان میں سن دو ہزار دس اور گیارہ کے دوران گیارہ صحافیوں کو صحافتی امور کی انجام دہی کے دوران قتل کر دیا گیا(بی بی سی یکم جون ۲۰۱۱ء)

سن دو ہزار دس میں ۱۵ صحافیوں کو قتل کیا گیا جن میں چھ صحافی (محمد سرور، اعجاز رئیسانی، عبدالوہاب، ملک عارف، عظمت علی بنگش اور پرویز خان ملک) میڈیا کوریج کے دوران ہونے والے خودکش بم دھماکے میں ہلاک کر دیے گئے۔ جب کہ تفتیشی خبروں کی پاداش میں مہران ٹی وی کے صحافی عاشق علی منگی کو جنھوں نے ایک سابق پولیس افسر کی بدعنوانی پر تفتیشی خبریں شائع کی تھیں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ سندھی اخبار کے صحافی غلام رسول برہمنی نے لاشاری قبیلے میں نوعمر بچوں کی شادی سے متعلق تفتیشی خبر شائع کی تھی جس کی وجہ سے صحافی کو لاشاری قبیلے کی جانب سے دھمکیاں مل رہی تھی، 9 مئی 2010 کو انھیں دادو سے اغوا کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ نسلی مسائل پر تفتیشی خبریں شائع کرنے وجہ سے انہیں ہلاک کیا گیا (ایضاً)

خضدار کے روزنامہ آج کل کے نمائندہ صحافی فیض محمد ساسولی کو بلوچ قوم پرست تنظیم کے خلاف تفتیشی خبریں شائع کرنے پر 27 جون 2010 کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ خیبر پختونخواہ میں روزنامہ پاکستان کے نمائندے مجیب الرحمٰن صدیقی کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ روزنامہ اوصاف، مشرق کے رپورٹر اور ہنگو پریس کلب کے صدر مصری خان کو انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے دھمکیاں مل رہی تھیں 13 ستمبر کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ بلوچستان کے شہر تربت کے روزنامہ انتخاب کے رپورٹر عبدالحمید کو نامعلوم ملزمان نے 18 نومبر 2010ء کو قتل کر دیا تھا۔ آواز چینل کراچی کے بیورو چیف الطاف چانڈیو کو گھر میں گھس کر نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا، تربت سے شائع ہونے والے اخبار (Datwanth) کے ایڈیٹر الیاس کو نامعلوم ملزمان نے اغوا کرنے کے بعد قتل کر دیا تھا کوئٹہ میں فری لانس جرنلسٹ حامد مروت کو 7 فروری 2010ء کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا

تھا۔(سی پی جے،۲۰۱۳،ص،۳۴)

سن دو ہزار گیارہ میں کل ۱۱ صحافیوں کی ہلاکتیں ہوئیں، خیبر اخبار کے رپورٹر اسفندیار خان اور دی نیوز کے رپورٹر شفیع اللہ واہ کینٹ میں ہونے والے خودکش بم دھماکے میں ہلاک ہو گئے تھے جب کہ باقی ۱۰ صحافی ٹارگٹ کر کے قتل کیے گئے۔تربت سے شائع ہونے والے روزنامہ ایگل کے رپورٹر عبدوست رند کو 18 فروری 2011 کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔کراچی کے اخبار ایکسٹرا نیوز کے رپورٹر زمان علی نے لیاری گینگ وار پر تفتیشی خبریں شائع کی، انھیں ۲ اپریل ۲۰۱۱ء کو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔خیبر پختونخواہ میں پی ٹی وی نیشنل اور ٹرائبل یونین آف جرنلسٹ کے رپورٹر نصراللہ آفریدی کو انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ بعدازاں ان کی کار میں ریموٹ کنٹرول ڈیوائس نصب کر کے دھماکے سے اڑایا گیا صحافیوں کے مطابق وہ طالبان سے پیچھا چھڑانے کے لیے پشاور شفٹ ہو گئے تھے۔خضدار پریس کلب کے جنرل سیکرٹری اور بلوچی ٹی وی چینل 'سبز باغ' کے رپورٹر منیر شاکر پر خضدار پریس کلب پر 4 اگست 2011 کو نامعلوم افراد نے حملہ کر کے قتل کیا تھا۔بلوچستان کے روزنامہ اتوار کے کالم نگار اور ایڈیٹر جاوید نصیر رند کو جنوبی بلوچستان میں 11 ستمبر 2011 کو ان کے گھر سے اغوا کیا، تین دن بعد ان کی تشدد زدہ لاش ملی۔انھوں نے سیکورٹی فورسز اور بلوچ لبریشن کے درمیان جاری تنازعے پر تفتیشی خبریں شائع کی تھیں، کہا جاتا جاوید نصیر رند ہے کہ بلوچ نیشنل موومنٹ کے رکن بھی تھے۔(سی پی جے ۲۰۱۳،ص ۷۷)

ولی خان بابر کراچی میں نجی ٹی وی چینل جیو ٹی وی کے ساتھ منسلک تھے۔وہ 13 جنوری 2011 کو کراچی کے غیر محفوظ علاقے پہلوان گوٹھ میں پولیس آپریشن کی کوریج کر کے واپس دفتر سے گھر واپس جا رہے تھے کہ لیاقت آباد پہنچنے پر نامعلوم افراد نے ان کی گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ کر دی تھی جس کے نتیجے وہ ہلاک ہو گئے۔ولی خان بابر کراچی میں جرائم،عسکریت پسندی،اور سیاسی جماعتوں کی رپورٹنگ کیا کرتے تھے۔جیو ٹی وی نے اس حملے کو ٹارگٹ کلنگ کا نام دیا۔اس واقعے کی ذمہ داری کسی نے قبول نہیں کی۔(ڈان نیوز ویب ۲۰ اپریل ۲۰۱۴ء)

''ولی خان بابر کے قتل پر پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ (پی ایف یو جے) اور تمام صحافتی

تنظیموں نے ملک گیر احتجاج کیے پریس کلب کے دفاتر پر سیاہ پرچم لہرائے گئے۔صحافیوں کا کہنا تھا کہ ولی خان کے قتل کے بعد ثابت ہو گیا کہ پاکستان میں صحافی غیر محفوظ ہیں اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کام کر رہے ہیں۔ پاکستان میں صحافیوں کا قتل روز کا معمول بن گیا ہے۔" (وائس آف امریکا، 2011) پاکستان ٹوڈے کے طارق حبیب کو ولی خان بابر کے متعلق خبریں اخبار میں شائع کروانے پر نوکری سے فارغ کر دیا گیا۔

ولی خان بابر کے قتل کے دو ہفتے بعد ہی اسی سلسلے کا پہلا قتل پولیس مخبر رجب بنگالی کا ہوا تھا جس کی بوری میں بند لاش ملی تھی اس کی جیب میں پرچی تھی جس میں لکھا تھا کہ اگلا شکار پولیس کانسٹیبل ارشد کنڈی ہوگا ،کیوں کہ کنڈی اس مخبر کو استعمال کرتا تھا،اس مقدمے میں دوسرا قتل 31 جنوری 2011ء کو واردات کے عینی شاہد پولیس کانسٹیبل آصف رفیق کا ہوا۔تیسرا قتل ایس ایچ او شفیق تنولی (جنھوں نے اس مقدمے میں ملزمان کو گرفتار کیا تھا) کے چھوٹے بھائی نوید تنولی کا ہوا جو اس مقدمے میں لیاقت آباد تفتیشی ٹیم کا حصہ تھے،چوتھا قتل 20 مارچ 2011 کو مقدمے کی تفتیش میں شامل پولیس اہلکار ارشد کنڈی کا ہوا، پانچواں قتل اس مقدمے کے آخری چشم دید گواہ حیدر علی کا ہوا،جن کو 11 نومبر 2012 کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔چھٹا قتل ولی خان بابر کے مقدمے کے پبلک پراسیکیوٹر نعمت علی رندھاوا کا ہوا جن کو 27 ستمبر 2013 کو میٹرک بورڈ آفس کے قریب فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا تھا،اس کے بعد اس مقدمے میں ساتواں اور آٹھواں قتل 27 اکتوبر 2015ء کو ہوا پبلک پراسیکیوٹر کی سیکیورٹی پر تعینات پولیس اہلکاروں شاہ نواز اور اسلم کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔(سماء ٹی وی ویب،۲۷ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

جس کے بعد اس مقدمے کو شکار پور کی عدالت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔کراچی پولیس مقدمے کے پبلک پراسیکیوٹر نعمت علی رندھاوا کے قتل کے الزام میں متحدہ قومی موومنٹ کے کارکن کاظم عباس رضوی کو گرفتار کیا گیا تھا ملزم کا تعلق ایم کیو ایم کے یونٹ 78 تھا (وائس آف امریکا ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۳) جب کہ اس مقدمے دو پبلک پراسیکیوٹر نے اپنی جان بچانے کے لیے غیر ممالک میں پناہ لے لی تھی۔(سی پی جے 2013,) ولی خان بابر کے قتل کے مقدمے میں یکم مارچ 2014 کو دو اشتہاری ملزم کامران عرف ذیشان اور فیصل موٹا کو سزائے موت سنائی گئی جب کہ باقی محمود عرف نفسیاتی ،نوید عرف پالکا،محمد علی رضوی اور شارخ عرف مانی کو عمر قید کی سزا

سنائی ملزم شکیل کو عدم ثبوت کی بناء پر رہا کر دیا گیا۔ (وائس آف امریکا، یکم مارچ ۲۰۱۴ء)

سید سلیم شہزاد ہانگ کانگ کے ایشیا آن لائن کے لیے کام کرتے تھے۔ ۲۲ مئی کو کراچی میں مہران بیس پر دہشت گرد حملوں سے متعلق تفتیشی خبر شائع کی تھی جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ اس حملے میں دہشت گرد تنظیم القاعدہ ملوث ہے، وہ ان فوجی افسران کو رہا کروانے آئے تھے جنہیں فوج نے دہشت گرد تنظیموں سے تعلق کی بناء پر گرفتار کر لیا تھا، یہ آپریشن ۱۷ گھنٹے تک جاری رہا تھا۔ جب کہ اسی ماہ سلیم شہزاد کی کتاب ''ان سائڈ طالبان اینڈ القاعدہ'' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اور اسی ماہ امریکی فوج نے ایبٹ آباد میں آپریشن کر کے اسامہ بن لادن کو ہلاک کر دیا تھا۔ سلیم شہزاد کو انتیس مئی کو اسلام آباد سے نامعلوم افراد نے اغوا کیا۔ ان کی لاش اکتیس مئی کو صوبہ پنجاب کے شہر منڈی بہاؤالدین سے ملی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق ان کے جسم پر پندرہ زخموں کے نشانات تھے اور ان کی موت دل کے قریب ضرب لگنے سے ہوئی۔ ان کے رشتے داروں کا کہنا تھا کہ انہیں حالیہ مہینوں میں انٹیلی جنس اداروں کی جانب سے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ ہیومن رائٹس واچ کے مطابق سلیم شہزاد نے انہیں ایک نوٹ بھیجا تھا ''شاید مستقبل میں مجھے یا میرے اہل خانہ کے ساتھ کوئی مسئلہ پیش آ جائے، یہ پیغام حمید ہارون اور سی پی این ای کے صدر کو بھی بھیجا گیا تھا۔ جولائی ۲۰۱۱ کی نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق سلیم شہزاد کے قتل میں خفیہ ایجنسی ملوث تھی۔ (سی پی جے، ۲۰۱۳، ص ۵۶)۔

کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹ کے مطابق:

پاکستان صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ملک ہے جہاں گزشتہ بیس سالوں میں 48 صحافی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے قتل کر دیے گئےجن میں 58 فی صد صحافی سیاسی امور پر رپورٹنگ کرتے تھے، 42 فی صد مسلح تصادم کی 21 فی صد کرائم اور 15 فی صد بدعنوانی اور دس فی صد انسانی حقوق کی رپورٹنگ کرتے تھے ۔(بی بی سی، ۱۹ دسمبر ۲۰۱۲ء)

سن دو ہزار بارہ میں دس صحافی ہلاک ہوئے جن میں روزنامہ ڈان کراچی کے کالم نگار اور سیاسی تجزیہ کار مرتضیٰ رضوی کو 9 اپریل 2012 کو نامعلوم افراد نے اغوا کر کے تشدد کے بعد ۱۵ فائر کر کے قتل کر دیا

تھا۔ایکسپریس ٹی وی چینل تربت کے رپورٹرعبدلرزاق گل کو مئی کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔کہا جاتا ہے کہ وہ بلوچ نیشنل موومنٹ کے رکن تھے۔کاوش ٹی وی چینل ضلع قمبر کے رپورٹراورنگ زیب ٹونیو کو نامعلوم ملزمان نے 10 مئی کو کاوش کے دفتر میں گھس کر فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔وش ٹی وی کے رپورٹرعبدالقادر حجازی کو تحقیقی رپورٹنگ کی پاداش میں ستمبر 2012 کو قتل کر دیا گیا تھا،کوئٹہ میں ٹی وی چینل کے رپورٹرعبدالحق زہری کو ستمبر میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا،خیر پور دھرتی ٹی وی کے رپورٹر کو نامعلوم ملزمان نے اکتوبر میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا تھا،بلوچستان کے ضلع پنجگور کے دنیاٹی وی کے رپورٹررحمت اللہ عابد کو جنوری میں نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔(سی پی جے،۲۰۱۳ء)

مکرم خان عاطف: قبائلی علاقے شب قدر روزنامہ دنیااخبار اور دیوا ریڈیو کے پورٹر صحافی مکرم خان کو17 جنوری2012 کومغرب کی نماز کی ادائیگی کے دوران فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیاان کے قتل کے بعد تحریک طالبان پاکستان کے ترجمان،احسان اللہ احسان نے ایک بیان میں کہا کہ مکرم خان کو غیر ملکی میڈیا میں طالبان کے خلاف پروپیگنڈا بند کرنے کی تنبیہ کی تھی،لیکن اس کے باوجود ٹی پی کے خلاف خبریں شائع کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تھا،اس لیے صحافی کو قتل کیا گیا۔مکرم خان نے خودکش حملے میں ہلاک ہونے والے مقامی کانسٹیبلوں کے اہل خانہ کے حالات زار مختلف ریڈیو پروگراموں میں نشر کیے تھے جس کی وجہ سے طالبان ان سے ناراض تھے(ایضا)

نوازشریف کا دورحکومت(۲۰۱۳ تا ۲۰۱۵)

رپورٹرز ودآؤٹ باؤڈر کے مطابق

’’سن دوہزار تیرہ میں شام اورصومالیہ کے بعد پاکستان صحافیوں کے لیے خطرناک ملک ہے جہاں دس صحافی اپنے فرائض نبھاتے ہوئے لقمہ اجل بن گئے۔‘‘ڈان،2013)

سن دوہزار تیرہ میں ۱۰ صحافیوں کی ہلاکتیں ہوئیں جن میں ۶ صحافی،کوئٹہ سول اسپتال بم دھماکے میں سماء ٹی وی کے سیف الرحمٰن،عمران شیخ اور محمد اقبال،کراچی بم دھماکے میں سالک علی جعفری،پشاور کی سیاسی

ریلی میں ہونے والے بم دھماکے میں طارق اسلم ہلاک ہوگئے، قلات کے روزنامہ انتخاب کے نمائندہ محمود احمد آفریدی تھے۔ دو مسلح موٹر سائیکل سواروں نے یکم مارچ کو فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا،صوبہ پنجاب بہاولپور میں فری لانس صحافی احمد علی کو نامعلوم ملزمان بھنگوری بازار میں 24 مئی فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا،شمالی وزیرستان کے قبائلی علاقے میرانشاہ سے تعلق رکھنے والے صحافی ملک ممتاز 'جیو ٹی وی' اور 'دی نیو اخبار' کے نمائندہ اور مقامی پریس کلب کے صدر تھے۔ بیس برس سے صحافت کے شعبے سے وابستہ تھے،افغانستان سے ملحق قبائلی علاقے ایک عرصے سے عسکریت پسندوں اور دہشت گردوں کی لپیٹ میں تھے جس کی وجہ سے ان علاقوں کے صحافیوں کو جان ہتھیلی پر رکھ کر صحافتی امور سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ 27 فروری کو ان کے آبائی علاقے میں فائرنگ کرکے ہلاک کردیا گیا،مقامی صحافیوں کے مطابق تحریک طالبان کے کارکنوں نے قتل کیا ہے جب کہ طالبان نے اس قتل کی مذمت کرتے ہوئے اپنے ملوث ہونے کی تردید کردی تھی۔ (ایضا)

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق

''پاکستان میں صحافیوں کو سب سے زیادہ خطرات کا سامنا انٹیلی جنس ایجنسیوں،سیاسی جماعتوں اور عسکری گروہوں کی جانب سے ہے'' (ڈان ویب، 12 فروری 2014)

سن دو ہزار چودہ میں ۹ صحافیوں کو قتل کیا گیا جن میں صوبہ پنجاب میانوالی کے سا ٹی وی کے نمائندے شہزاد اقبال کو 23 اپریل 2014ء کو دو مسلح موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا،کوئٹہ میں اے آر وائے ٹی وی کے ایڈیٹر ارشاد مستوئی اور اٹھائیس اگست ۲۰۱۴ کو نامعلوم قاتلوں نے دفتر میں گھس کر ایک ٹرینی رپورٹر محمد رسول اور آفس ورکر محمد یونس کو فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا۔ صوبہ پنجاب حافظ آباد کے دنیا نیوز ٹی وی چینل کے نمائندہ ندیم حیدر کو 13 اکتوبر کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا۔ صوبہ پنجاب حافظ آباد کے ایکسپریس ٹی وی چینل کے نمائندے یعقوب شہزادہ کو ۱۵ اکتوبر کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا،دھرتی ٹی وی کے رپورٹر جیون آرائیں کو 6 نومبر کو نامعلوم ملزمان نے فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا۔ شان ڈاہر نے مقامی اسپتالوں میں این جی اوز کی جانب سے عطیہ کی جانے والی ادویات کی غیر قانونی

فروخت سے متعلق تحقیقات شروع کی تھیں۔2014 میں نئے سال کے آغاز پر دو ملزمان نے فائرنگ کر کے زخمی کر دیا تھا جب کہ صحافی شان ڈاہر کو زخمی حالت میں میڈیکل کالج اسپتال منتقل کیا گیا تو وہاں کے عملے نے انہیں ۹ گھنٹے تک علاج کی سہولیات ہی فراہم نہیں کیں جس کے باعث وہ دم توڑ گئے تھے۔مقامی پولیس نے موت کو حادثہ قرار دے دیا تھا۔(پی پی ایف۔2015)

رپورٹرز ود آؤٹ باؤڈرز کی 2014 کی رپورٹ کے مطابق

''پاکستان صحافیوں کے لیے انتہائی خطرناک ممالک میں شامل ہے،صحافیوں کے لیے شورش زدہ علاقوں میں صحافتی ذمے داری سرانجام دینا انتہائی مشکل ہوگیا''(ڈان 2014)

پاکستان تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے مشتعل کارکنوں نے ستمبر۲۰۱۴ء میں اسلام آباد میں قائم پاکستان ٹیلی کارپوریشن کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے پی ٹی وی ورلڈ اور پی ٹی وی نیوز کی نشریات بند ہوگئی تھیں۔ایک سو تین حملہ آوروں کے خلاف انسداد دہشت گردی کی عدالت میں مقدمہ درج کر دیا گیا تھا۔یہ مقدمہ ابھی عدالت میں زیر سماعت ہے۔(روزنامہ ڈان،کراچی،۲نومبر۲۰۰۷)

حامد میر پر پہلی مرتبہ قاتلانہ حملہ 2012 میں ہوا جب ان کی گاڑی میں بم رکھ دیا گیا لیکن بم ڈسپوزایبل اسکواڈ نے بم کو ناکارہ بنا دیا تھا۔تحریک طالبان پاکستان نے اس حملے کی ذمے داری قبول کرلی تھی۔دوسرا حملہ 2014ء میں کراچی میں ہوا جب اینکر حامد میر کراچی ایئرپورٹ سے جیو کے دفتر جا رہے تھے کہ ناتھا خان پل کے نزدیک نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے حامد کی گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ شدید زخمی ہوگئے تھے۔اس حملے کے بعد حامد میر کے بھائی اور دوستوں نے بتایا کہ حامد نے کہا تھا کہ اگر ان پر حملہ ہوا تو اس کی ذمے دار انٹیلی جنس ایجنسی اور اس کے سربراہ ظہیر اسلام ہوں گے۔اس خبر کو جیو نیوز آئی ایس آئی کے سربراہ ظہیر اسلام کی تصویر کے ساتھ مسلسل آٹھ گھنٹے تک نشر کرتا رہا۔جب کہ فوج نے اس واقعے کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس واقعے کی انکوائری کا مطالبہ کیا اور آئی ایس پی آر کے ترجمان نے پیغام میں کہا تھا کہ بغیر کسی ثبوت کے الزام تراشی قابل مذمت گمراہ کن ہے۔(ڈان نیوز ویب،۱۴اپریل۲۰۱۴ء)

مئی 2014 کو جیو ٹیلی ویژن نیٹ ورک اور جنگ میڈیا گروپ نے اس حملے بعد پاکستانی فوج اور اس کے خفیہ ادارے آئی ایس آئی کے سربراہ پر الزام کی کوریج کی معافی مانگ لی تھی۔ روزنامہ جنگ اور دی نیوز اخبار میں معافی نامے شائع کیے جس میں لکھا کہ جنگ گروپ پاکستانی فوج اور اس کی قیادت کو عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور جنگ نے ہمیشہ سرحدوں کے تحفظ اور ملکی سلامتی کے لیے فوج کی قربانیوں کا ہر دور میں اعتراف کیا۔ اور یہ جنگ اور جیو کی ادارتی پالیسی کا بنیادی جز ہے۔ (بی بی سی ۴ مئی ۲۰۱۴ء)

اس کے بعد سے جیو کے خلاف ملک بھر احتجاج شروع ہو گئے۔ پاکستان بھر کی عدالتوں میں میر شکیل الرحمٰن کے خلاف مقدمات بنا دیے گئے۔ کیبل آپریٹر نے جیو چینل کی نشریات آخر کے نمبر کر دی تھی۔

حامد میر پر حملے کے بعد جیو ٹی وی چینل کے حملے کی ذمہ داری خفیہ ایجنسی اور آئی ایس آئی کے سربراہ ظہیر اسلام کی تصویر کے ساتھ مسلسل آٹھ گھنٹے خبر نشر کرنے پر فوج اور ریاست نے سخت درعمل کا اظہار کیا اور اسلام آباد سیشن کورٹ نے ایک شہری کی درخواست پر جنگ میڈیا گروپ کے سربراہ میر شکیل الرحمٰن اور صحافی حامد میر کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دے دیا تھا جس کے بعد اسلام آباد ہائی کورٹ نے سیشن کورٹ کا مقدمہ درج کرنے سے متعلق دیا گیا حکم معطل کر دیا تھا۔ (بی بی سی ۵ مئی ۲۰۱۴ء)

حامد میر پر حملے کے بعد جیو ٹی وی کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بعض کیبل ٹی وی چینلز نے جیو کی نشریات بند کر دی تھی یا پھر بالکل آخر چینلز پر ڈال دیا گیا تھا جب کہ اس قبل کیبل آپریٹر نے جیو پر غداری اور ملک دشمنی کے الزامات عائد کرتے ہوئے جیو کی نشریات بند کر دی تھیں، اسی سلسلے میں وفاقی وزیر کا موقف تھا کہ کیبل آپریٹر چینل کو بند کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی جیو ٹی وی کے چینلز کو بند کیا گیا۔ (بی بی سی ۲۰ مئی ۲۰۱۴ء)

پیمرا کے پانچ اعزازی ارکان نے ۲۰ مئی ۲۰۱۴ کو ایک اجلاس میں جیو کی طرف سے حامد میر پر حملے کا براہ راست الزام پاکستان کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ پر عائد کرنے کے معاملے کا جائزہ لیا۔ جس میں ان ارکان نے جیو کے خلاف فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ جیو کی مہم سے ملک کی بدنامی ہوئی ہے اس لیے جیو نیوز، جیو انٹرٹیمنٹ، اور جیو تیز کے لائسنس معطل کر کے ان کے دفاتر بند کر دیے جائیں۔ اجلاس میں سرکاری ممبران

نے شرکت نہیں کی تھی۔(بی بی سی،۲۸مئی ۲۰۱۴ء) جس کے بعد وزیر دفاع خواجہ آصف کا کہنا تھا کہ جیو نے ایک فوج کے خلاف توہین آمیز خبریں نشر کی تھیں اس لیے پیمرا آرڈیننس ۲۰۰۲ سیکشن ۳۲ اور ۳۶ کے تحت پیمرا ا حکام کو جیو کی ادارتی ٹیم اور انتظامیہ کے خلاف مقدمے چلانے کی درخواست کی۔اس قسم کی خبریں جیو نیوز کو نشر نہیں کرنی چاہیے تھیں اگر جیو خلاف ثبوت اور حقائق دیکھنے کے بعد جیو کا لائسنس منسوخ کیا جائے (بی بی سی ۲۲اپریل۲۰۱۴ء)

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی سیاستدان نے کسی ٹی وی چینلز کے مالکان کے خلاف اس طرح تقریریں کیں ''پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے دھرنے کے دوران اپنی تقریر میں کہا تھا کہ میر شکیل الرحمٰن غیر ملکی ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں اور غیروں سے پیسہ لے کر ملک کا ایجنڈا سیٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں،۔جیو نے غیر ملکی اشارے پر اور مخصوص مفروضے پر آئی ایس آئی اور آئی ایس آئی کے چیف کا ٹرائل کر کے افواج پاکستان اور خفیہ ایجنسیوں کو بدنام کیا،قوم سے اپیل ہے کہ جیو کا بائیکاٹ کرے،امریکی محکمہ خارجہ اور امن کی آشا کے نام پر جیو نے بھارت سے بھی اربوں روپے حاصل کیے جن کی تحقیقات ہونی چاہیے،انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران جیو گروپ کو امریکا اور برطانیہ سے فنڈنگ ہوئی تھیں۔انہوں نے دستاویزات دکھاتے ہوئے کہا کہ میر خلیل الرحمان فاؤنڈیشن کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر 69 لاکھ پونڈ دیے گئے، جب کہ جو کوئی جنگ اور جیو کے بارے میں بات کرے اسے میڈیا کے ذریعے بلیک میل کیا جاتا ہے۔جنگ گروپ نہ صرف مختلف بنکوں کا ساڑھے چار ارب کا مقروض ہے بلکہ ان پر کئی ارب کا ٹیکس واجب الادا ہے۔انہوں نے کہا کہ جنگ گروپ نے ایک ارب 80 کروڑ کا قرضہ نیشنل بنک کو واپس کرنا تھا۔جس کی ادائیگی ابھی تک نہیں کی گئی،میر شکیل الرحمٰن اور ان کے گروپ کے تمام قرضوں اور ٹیکسوں عدم ادائیگی اور اثاثوں کی تحقیقات کی جائیں(،روزنامہ نوائے وقت ۱۸مئی۲۰۱۴ء)

جنگ گروپ نے حکومت کے ساتھ مل کر سابق چیئرمین پیمرا کو برطرف کروایا تاکہ پیمرا کو کنٹرول کیا جا سکے،پیمرا کسی گروپ کو چار سے زائد لائسنس جاری نہیں کر سکتا لیکن جیو کو پانچ لائسنس جاری کیے

گئے۔انھوں نے جیو گروپ کے اضافی لائسنس منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا، پی ٹی وی اسپورٹس کے مقابلے میں جیو اسپورٹس کو کرکٹ کے رائٹس خریدنے کی اجازت دی گئی تھی۔نجم سیٹھی ، جنگ گروپ اور مسلم لیگ (ن) سب ملے ہوئے ہیں جیو سپر کو خلاف قانون کرکٹ رائٹس دیے گئے۔میر شکیل الرحمٰن ۵ ارب والے دبئی کے گھر میں رہتے ہیں۔حکومت نے نجم سیٹھی کا دو کروڑ روپے کا ٹیکس معاف کیا۔انہیں ۳۵ پنکچر لگانے پر چیئر مین پی سی بی کے عہدے کا تحفہ دیا۔آئی ایس آئی چیف پر الزامات میر شکیل الرحمٰن کے کہنے پر لگائے گئے ہیں میر شکیل الرحمٰن پاکستان کا کنگ میکر بنے ہوئے ہیں۔(ایضاً)

جنگ گروپ سے متعلق پانچ مطالبات پیش کیے، جیو نیوز توہین آمیز مارننگ شو نشر کرنے پر قوم سے معافی مانگے ، میری اور میری فیملی کی توہین پر معافی مانگے ، میر شکیل الرحمٰن کے پیسوں کا پتا لگوانے کے لیے حکومت کمیشن بنا کر بنک اکاؤنٹس کا آڈٹ کرائے ، جنگ گروپ کو ملنے والے پانچویں ٹی وی لائسنس کی تحقیقات کرائی جائے۔جب کہ تقریر کے دوران عمران خان نے جنگ گروپ کے بانی میر شکیل الرحمٰن کو کسی بھی فورم پر مناظرے کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ میر شکیل الرحمٰن پاکستان آنے سے ڈرتے ہیں ، دبئی جا کر میر شکیل سے مناظرے کے لیے تیار ہوں، ان کے ہر چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔(ایضاً)

روز نامہ جنگ کراچی کے سینئر رپورٹر بلال احمد نے بتایا کہ حامد میر پر حملے کے بعد جیو کے خلاف پاکستان بھر کی عدالتوں میں 104 مقدمات درج کیے گئے تھے لیکن جب ان مقدمات کی سماعت کوئٹہ ہائیکورٹ میں کی جانے لگی تو ہائیکورٹ کی جج نے کہا کہ قانون کے تحت کسی ایک جرم کے لیے ایک ہی مقدمہ درج ہو سکتا ہے ایک جرم میں ملک کے مختلف شہروں میں درجن بھر سے زائد مقدمات درج کیے گئے ہیں ایک جرم پر ان تمام پر اتنے سارے مقدمات نہیں چل سکتے ہیں جس کے بعد صرف سبی کی عدالت کا مقدمہ چھوڑ کر ملک بھر کی تمام عدالتوں میں قائم مقدمات کالعدم قرار دے دیے گئے۔سبی کی عدالت میں میر شکیل الرحمٰن کے خلاف مقدمہ چلتا رہا لیکن عدم ثبوت کی بناء میر شکیل کو بری کر دیا گیا تھا۔

دو ہزار پندرہ میں 3 صحافیوں کی ہلاکتیں ہوئیں جن میں روز نامہ امت کے صحافی آفتاب عالم، روز نامہ نئی بات اور نیو چینل کے رپورٹر زمان محسود کو طالبان کے خلاف تنقیدی اور تفتیشی خبریں شائع کرنے کی پاداش میں

3 نومبر 2015 کو قتل کر دیا گیا۔خیبر پختونخوا ضلع کرک کے روزنامہ کرک ٹائمز کے صحافی ایوب خٹک نے ضلع میں منشیات کے بڑھتے ہوئے کاروبار اور منشیات مافیا کے خلاف تفتیشی خبر شائع کی تھی جس کی پاداش میں 11 اکتوبر 2014 کو ان کو ان کے گھر کے سامنے قتل کر دیا تھا۔ ملزمان کے خلاف مقدمہ چلا 16 مارچ 2015 ڈسٹرکٹ سیشن کورٹ نے ملزمان کو عمر قید اور 5 لاکھ جرمانے کی سزا دی تھی۔(پی پی ایف رپورٹ،۲۰۱۵)

خیبر پختونخوا کی عدالت نے صحافی کے قاتلوں کو سزا دی جو صحافیوں کے مستقبل کے لیے خوش آئند ہے ورنہ اس سے قبل درجنوں صحافی قتل کر دیے گئے لیکن کسی ایک کا بھی قاتل گرفتار نہیں کیا جا سکا، زیادہ تر مقدمات نامعلوم ملزمان کے خلاف درج کیے جاتے تھے۔ درپیش مسائل کے باوجود صحافی جان ہتھیلی پر رکھ کر حقائق کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی میڈیا کوریج پر لاہور ہائیکورٹ نے ۷ ستمبر ۲۰۱۵ کو الطاف حسین کی تقریر، تصاویر، نشر و اشاعت پابندی عائد کر دی تھی، حالانکہ ایم کیو ایم سندھ کی دوسری بڑی اور ملک کی چوتھی بڑی جماعت تھی۔عدالت نے پریس کونسل اور پیمرا کو ہدایت جاری کی کہ وہ ذرائع ابلاغ میں اس پابندی کا نفاذ کریں۔(پی پی ایف۔۲۰۱۵ء)

ملک کی تاریخ میں کسی سیاستدان کے نشر و اشاعت پر پہلی مرتبہ کسی عدالت نے اس طرح پابندی عائد کی، الطاف حسین نے ۲۲ اگست ۲۰۱۵ء کی تقریر میں ملک توڑنے اور افواج پاکستان کے خلاف بات کیں تھیں۔

1994 تا 2015ء کے دوران قتل ہونے والے صحافیوں کی تعداد

سال	صحافیوں کے قتل کی تعداد
1994	1
1995	1
1996	1

1997	2
1998	1
1999	..0
2000	1
2001	0
2002	2
2003	2
2004	1
2005	3
2006	4
2007	9
2008	7
2009	7
2010	15
2011	11
2012	10
2013	10
2014	9
2015	3
کل تعداد	99

حاصل نتائج

اس تحقیق کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ پاکستان میں 1994 سے 2015 کے دوران مختلف طریقوں سے صحافی برادری کونشانہ بنایا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان میں کئی نو گو ایشوز بھی ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ جن پر خبریں دینا خاصا مشکل ہو گیا ہے‘‘، ان نوگو ایشوز میں قومی مفاد، انتہا پسند تنظیمیں، لسانی، مذہبی و سیاسی جماعتیں ،شامل ہیں،، سانحہ نائن الیون کے بعد سے پاکستان نے دہشت گردی کی عالمی جنگ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے مشرف اور آصف علی زداری کے دور حکومت فاٹا, صوبہ سرحد میں آپریشن راہ راست، راہ نجات اور ضرب عضب جاری تھے جبکہ بلوچستان میں بلوچ لبریشن آرمی کے خلاف آپریشن کیے جا رہے تھے جس کی وجہ یہ علاقے صحافیوں کے لیے نو گو ایریا بن گئے تھے حالانکہ اس دور میں پاکستان میں الیکٹرونک میڈیا پھل پھول رہا تھا روز بروز ٹی وی اور ریڈیو چینلز کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن چینلز مقابلے بازی میں خبروں میں سنسنی خیزی کو بڑھا وادے رہے تھے۔ بظاہر میڈیا بہت آزاد اور روشن خیال نظر آ رہا تھا لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ تھا کہ دنیائے صحافت میں پاکستان کا شمار دنیا کے خطرناک ترین ملکوں میں ہوتا تھا، کیوں کہ پاکستان کے بعض خطے صحافیوں کے لیے شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتے تھے، جہاں صحافی جوالہ مکھی کے دہانے پر کام کر رہے ہوتے تھے حتیٰ کہ شورش زدہ علاقوں میں صحافی چھپ کر حقائق تلاش کرتے تھے بعض اوقات جان ہتھیلی پر رکھ کر خبر منظر عام پر لے کر آتے تھے، پاکستان میں فاٹا، اور اگر یہ کہا جائے کہ وزیرستان، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں معلومات کا خلا ہے کیوں کہ وہاں کے صحافیوں کو عسکریت پسند گروہ، انتہا پسند و مذہبی تنظیموں، خفیہ ایجنسیوں، قبائلیوں اور سیاسی جماعتوں سے خطرات کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے بہت سی خبریں منظر عام پر ہی نہیں آسکیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ صحافتی ذمہ داری کے دوران 1994 تا 1998 کے دوران 5، مشرف دور حکومت میں 29 جب کہ آصف علی زداری کے دور حکومت میں 65 یعنی کل 99 صحافی لقمہ اجل بن گئے تھے۔

اس لیے ہمارے ملک کے صحافی صرف عام رپورٹنگ کی طرف توجہ دیتے ہیں، تفتیشی خبروں کے جھمیلے میں پڑنے کی کم ہی کوشش کرتے ہیں کیوں کہ اتنی انتھک محنت سے حاصل کی گئی خبروں کی نہ ادارے کی

جانب سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی اضافی مراعات دی جاتی ہیں اور نہ ہی تفتیشی صحافت پر تربیتی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے تفتیشی صحافت ملک میں آٹے میں نمک کے برابر رہ گئی ہے ۔ پاکستان میں ہی نہیں دنیا کے کئی ملکوں میں برسر اقتدار حکومتوں نے صحافیوں کی آواز کو دبانے کے کئی حربے استعمال کیے جن میں قوانین سازی ، جرمانے سرکاری اشتہارات کی بندش، تشدد ، دھمکی ، قتل ، سیاسی ، پریشر گروپ کی جانب سے ڈرا دھمکا کر صحافی کی آواز بند کر دی جاتی ہے ۔ چاہے جمہوری دور حکومت ہو یا آمرانہ دور حکومت صحافیوں کو چپ کرانے کے مختلف حربے استعمال کیے گئے ۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ صحافیوں کے قتل صوبہ بلوچستان، خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں میں ریکارڈ کیے گئے ۔

شورش زدہ علاقوں میں فوجی آپریشن جیسی وجوہات کے باعث صحافیوں کے لیے صحافت مشکل ترین بن گئی تھی کیونکہ تحقیقی صحافت کی انجام دہی کے علاوہ کچھ صحافی اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران خودکش بم دھماکے میں ہلاک ہو گئے تھے ۔ خیبر پختونخوا اور پھر بالخصوص قبائلی علاقہ جات میں صحافیوں کو درپیش مسائل کا جائزہ لیں تو حالات کی سنگینی مزید ابھر کر سامنے آجاتی ہے ۔ پاکستان میں دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی کارروائیوں اور شدت پسند گروپوں کے قبائلی علاقہ جات میں موجودگی کے بعد وہاں ہونے والے فوجی آپریشنز سے قبل بھی قبائلی علاقہ جات میں صحافت کو مشکل قرار دیا جاتا تھا۔ 11 ستمبر 2001 سے قبل قبائلی علاقہ جات میں پولیٹیکل انتظامیہ اور صحافیوں کے درمیان مسائل، جھگڑوں، تنازعات کے معاملات دیکھنے، سننے اور پڑھنے کو ملتے رہتے تھے مگر 11 نومبر کے بعد دنیا بھر میں ہونے والی تبدیلیوں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بعد معاملات اور رپورٹنگ میں درپیش چیلنجز کی نوعیت نہ صرف تبدیل ہوئی بلکہ اس میں سنگینی بھی آ گئی ۔

پاکستان میں صحافت ہمیشہ مشکل رہی ہے کسی دور میں بھی صحافت آزاد نہیں تھی ۔ نجی ٹی وی چینلز کی بھر مار ہونے کی وجہ سے یہ تصور کیا جا رہا تھا کہ میڈیا کو آزادی حاصل ہے لیکن حقیقت میں میڈیا پابند سلاسل ہے ۔ صحافی فوج، اقلیتوں، طالبان، عسکریت پسند اور انتہا پسند تنظیموں سے متعلق موضوعات پر لکھتے ہوئے کتراتے ہیں کہ کہیں جان کے لالے نہ پڑ جائیں اگر یہ کہا جائے کہ صحافیوں پر ضیاء دور حکومت کی طرح سیلف سنسر شپ عائد کی ہوئی ہے تو بے جا نہ ہوگا ۔ تفتیشی صحافت میں ایک بڑی رکاوٹ گوگل جرنلزم بھی ہے ۔ گوگل جرنلزم سے مراد

یہ کہ صحافی فیلڈ میں جا کر تحقیق کرنے کے بجائے آفس میں بیٹھ کر گوگل سے سارا مواد اکٹھا کر کے تفتیشی خبریں بنا لیتے ہیں جس کے باعث بعض اوقات اصل حقائق منظر عام پر نہیں آتے ہیں۔ پاکستان میں تفتیشی صحافت کی صورتحال بہت خراب ہے کیوں کہ زیادہ تر تفتیشی خبروں میں جانب داری کا عنصر نظر آتا ہے، ادارے تفتیشی صحافت کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے ہیں۔

حوالہ جات

☆ آئی ایف یو جے (۲۰۱۵ء)، پاکستان میں صحافی اور میڈیا کے کارکنان کے قتل، انٹرنیشنل فیڈریشن آف یونین آف جرنلسٹ

☆ آراء عصمت، (۲۰۰۴ء) ذرائع ابلاغ عامہ ایک جائزہ، شعبہ ابلاغ عامہ، جناح یونیورسٹی برائے خواتین کراچی

☆ خان توصیف احمد، (۲۰۰۸ء) تحقیقی جریدہ، شعبہ ابلاغ عامہ، وفاقی اردو یونیورسٹی عبدالحق کیمپس، کراچی

☆ بی بی سی (مئی ۲۰۱۴)، جیو نے فوج اور آئی ایس آئی سے معافی مانگ لی، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/07/100701_pemra_ban

☆ بی بی سی (۲۷ نومبر ۲۰۱۲ء) حامد میر پر حملہ ہم نے کیا، تحریک طالبان، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/rolling_news/2012/11/121125_rolling_news_2

☆ بی بی سی (۲۲ اپریل ۲۰۱۴ء) جیو ٹی وی چینل بند کریں وزارت دفاع کی درخواست، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2014/04/140422_govt_hamid_mir_attack_fz

☆ بی بی سی (۱۹ دسمبر ۲۰۱۲)، پاکستان میں دو دہائیوں میں ٦٦ صحافی ہلاک، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/pakistanews/2012/12/11218_journalist_pakisatan_list_rh

☆ بی بی سی (یکم جولائی ۲۰۱۰ء)، میڈیا پر مجوزہ پابندیاں مسترد، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/07/100701_pemra_ban

☆ بی بی سی (یکم جون ۲۰۱۱) جو خود خبر بن گئے، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/rolling_news/2011/06/110531_journalist_pakisatan_list_rh

☆ پی پی ایف ،(۲۰۱۵ء) ذرائع ابلاغ سے وابستہ کارکنوں کی حفاظت پر رپورٹ ، پاکستان پریس فاؤنڈیشن

☆ پی پی ایف ،(۲۰۱۵ء) پاکستان میں صحافیوں کے خلاف جرائم کی کھلی چھوٹ پر رپورٹ پاکستان پریس فاؤنڈیشن ص ۷

☆ بی بی سی اردو (۱۹ مئی ۲۰۱۴)، رفعت اللہ اورکزئی، جیو کا حشر فرنٹیر جیسا نہیں ہوگا

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2014/05/140519_geo_next_frontier_post_rh

☆ بی بی سی (۱۷ فروری ۲۰۱۰ء) پاکستان صحافیوں کے لیے خطرناک ملک رہا، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

https://www.bbc.com/urdu/rworld/2010/02/100217/_journali

ews/2012/11/121125_rolling_news_2

☆ روزنامہ ڈان (۲۰ اپریل ۲۰۱۴) پاکستانی صحافیو ں کو تشدد اور خطرات کا سامنا ہے ۔ایمنسٹی انٹرنیشنل، ڈان ویب سائٹ

https://www.dawnnews.tv/news/1004496

☆ روزنامہ ڈان (۱۲ فروری ۲۰۱۴) پاکستان صحافیوں کے لیے انتہائی خطرناک ملک ہے۔ ڈان ویب سائٹ

https://www.dawnnews.tv/news/1014549/

☆ روزنامہ ڈان، (۱۹ اپریل ۲۰۱۴) معروف صحافی حامد میر پر قاتلانہ حملے میں زخمی، ڈان ویب سائٹ

https://www.dawnnews.tv/news/1004204

☆ روزنامہ ڈان، (یکم مارچ ۲۰۱۴،) ولی بابر قتل کیس، دو ملزمان کو سزائے موت, ڈان ویب سائٹ

https://www.dawnnews.tv/news/1002837/wali-babar-murder-case

☆ روزنامہ ڈان (۲۷ فروری ۲۰۱۳ء) میرانشاہ میں صحافی کا قتل، روزنامہ ڈان کراچی

https://www.dawnnews.tv/news/66798

☆ روزنامہ نوائے وقت (۱۸ مئی ۲۰۱۴) عمران خان کی جنگ گروپ کے خلاف تقریر یا، نوائے وقت کراچی

☆ رشید، فریال (۲۰۰۱ء) اکابر صحافت، شعبہ ابلاغ عامہ جامعہ کراچی۔

☆ روبن الزابتھ (۲۰۱۳ء)، پاکستان کی صحافت کو خطرہ، جنگجوئیت، سیکورٹی و سیاست کا مہلک جال، کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹ ص ۵۵

☆ زبیری نثار ڈاکٹر (۱۹۹۸ء) تحقیق کے طریقے، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۳۲

☆ سماء ٹی وی، ویب سائٹ۔ ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۵، ولی بابر کیس کے وکیل کی سکیورٹی پر تعینات دو پولیس اہلکار قتل، سماء ٹی وی ویب سائٹ

https://www.samaa.tv/urdu/pakistan/2015/10/205621/

☆ علیم نورین (۲۰۱۶) ۱۹۹۹ء ۲۰۱۱ کے دوران رونما ہونے والے سیاسی سانحات پر روزنامہ ڈان اور روزنامہ ڈان میں شائع ہونے والی تفتیشی خبر نگاری کا
تحقیقی و تجزیاتی جائزہ'' تحقیقی مقالہ، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، ص ۵۴

☆ علی سلمان (۲۰ مئی ۲۰۱۴) جیو نشریات کی بندش، بی بی سی اردو سروس

https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2009/03/090313_geo_ban_zs

☆ قرار شکیل (۲ نومبر ۲۰۱۵ء) ''پی ٹی حملہ کیس 17 ملزمان کے خلاف گرفتاری کا حکم'' روزنامہ ڈان کراچی

https://www.dawnnews.tv/news/1028766

☆ ملک شہزاد (۵ مئی ۲۰۱۴)، میر شکیل الرحمٰن اور عامر میر کے خلاف مقدمے کا حکم معطل، بی بی سی اردو سروس ویب سائٹ

☆ وائس آف امریکا (۲۰ جنوری ۲۰۱۱ء)، ڈینیئل پرل کے قتل کی تحقیقات شاف نہیں تھی رپورٹ، وائس

آف امریکا اردو سروس، ویب سائٹ

https://www.urduvoa.com/a/alqaida-pearl-23may11-122443959/1133459.html

☆ وائس آف امریکا (۱۱جنوری ۲۰۱۱) پاکستانی صحافی کے قتل پر ملک گیر احتجاج، وائس آف امریکا اردو سروس، ویب سائٹ

https://www.urduvoa.com/a/pakistan-violance-14jan11-113560524/1130217.html

☆ وائس آف امریکا، (۱۲ اکتوبر ۲۰۱۳): نعمت علی رندھاوا کے مبینہ قاتل گرفتار، وائس آف امریکا اردو سروس، ویب سائٹ

https://www.urduvoa.com/a/alleged-killers-of-randhawa-detained/1760806.html

☆ وائس آف امریکا (یکم مارچ ۲۰۱۴ء) صحافی ولی بابر قتل کیس میں دو اشتہاری ملزم کو سزائے موت، وائس آف امریکا اردو سروس، ویب سائٹ

https://www.urduvoa.com/a/pakistan-wali-babar-case/1861933.html